Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 02, April - June 2026, **PP**: 199-210
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

قرآن وحدیث کا تصورِ حیا اور معاصر رجحانات کا مطالعہ

The Concept of Modesty (Ḥayā) in the Qur'ān and Ḥadīth and the Modern Trends: A Research Study

1. Shazmeen
hunainhunain5000@gmail.com
MPhil Scholar,
Department of Islamic Learning, University of Karachi.

How to Cite:	Shazmeen. 2026: "The Concept of Modesty (Ḥayā) in the Qur'ān and Ḥadīth and the Modern Trends: A Research Study". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (02): 199-210.		
Article History:	**Received**: 29-04-2026	**Accepted**: 22-06-2026	**Published**: 30-06-2026
Copyright:	**©The Authors**		
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.		
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.		

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

قرآن وحدیث کا تصورِ حیا اور معاصر رجحانات کا مطالعہ

The Concept of Modesty (Ḥayā) in the Qur'ān and Ḥadīth and the Modern Trends: A Research Study

Shazmeen
MPhil Scholar,
Department of Islamic Learning, University of Karachi.
hunainhunain5000@gmail.com

Abstract

According to the Qur'ān and Sunnah, ḥayāʾ (modesty) is a fundamental ethical and spiritual virtue that regulates individual conduct and promotes social morality. It encompasses modesty in speech, gaze, dress, behavior, and interpersonal interaction, and serves as a safeguard against conduct that conflicts with Islamic moral values. The Qur'ān establishes guidelines for both men and women in Sūrat al-Nūr and Sūrat al-Aḥzāb, while the Prophet Muḥammad ﷺ identifies ḥayāʾ as a branch of faith, highlighting its religious and spiritual significance. Throughout Islamic civilization, modesty has contributed to the preservation of personal dignity, family integrity, and social harmony. However, contemporary cultural transformations, globalization, social media, and liberal notions of individual freedom and bodily expression have increasingly challenged traditional understandings of ḥayāʾ. This article examines the concept, significance, and ethical dimensions of ḥayāʾ in the light of the Qur'ān and Sunnah and critically explores the challenges posed to its practice in contemporary society. It argues that ḥayāʾ remains an essential Islamic virtue for sustaining individual morality, healthy social relations, and family values in the modern context.

Keywords: *Modesty, Ḥayā, Qur'ān and Sunnah, Modern Trends, Culture.*

تمہید

اللہ تعالیٰ رب العالمین اور احکم الحاکمین ہے۔ تمام جہانوں کی ہر شے اس کی تخلیق ملکیت، تربیت اور حاکمیت کے زیرِ تصرف ہے۔ اللہ رب العزت نے انسانوں کی فلاح ونجات کے لئے ہر زمانے میں انبیاء ورسل بھیجے۔ اس سلسلے کی آخری کڑی رسالتِ مآب ﷺ کو تاقیامت تاجدارِ نبوت بنا کر انسانوں کے لیے مقتدا بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ زندگی کے تمام مسائل پر محیط ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو عفت وعصمت، پاک دامنی اور شرم وحیا اختیار کرنے کا درس دیا، انسانوں کے دلوں میں حیا کے جذبات کو پروان چڑھایا۔ شرم وحیا سے بہرہ ور کیا۔ آپ ﷺ نے ایک اچھا اسلامی معاشرہ بنانے اور اس کے لئے افراد کو اخلاق وعادات اور آپس کے معاملات ٹھیک رکھنے کے لیے ہدایات وتعلیمات دیں۔ حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے:

إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا، وَإِنَّ خُلُقَ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ۔ [1]

بے شک ہر دین کی ایک خاص اخلاقی صفت ہے، اور اسلام کی اخلاقی صفت حیا ہے۔

حیا ایمان کی شاخ اور پاکیزہ معاشرے کی اساس اور بنیاد ہے۔ لیکن افسوس مسلم معاشروں میں مغربی تہذیب کی یلغار نے

فحاشی و عریانی کا چلن عام کر دیا ہے۔ مخلوط محفلیں، روشن خیالی جدت و ترقی کی دلیل سمجھی جاتی ہیں، حالانکہ یہ قدیم جاہلیت کا طرہ امتیاز تھا۔ آج کی مغربی تہذیب نے انسانیت کو حیوانیت کے قالب میں ڈھال کر درندگی عام کر دی ہے۔ اس تہذیب کے نتائج سے بے خبر ہو کر سر تا پا مغربیت کے پیروکاروں کو مہذب سمجھا جاتا ہے۔ عزت بھی ان کو دی جاتی ہے جو چال ڈھال، وضع قطع اور رہن سہن میں مغرب کی نقل کرنے والے ہیں۔ آج کل فیشن کے نام پر مرد و خواتین کے لباس ساتر ہونے کے بجائے عریانی کے علمبردار ہیں جبکہ رب العالمین کی طرف سے بندے کے لئے اس کی حفاظت کا قلعہ ہے۔ حیا کی وجہ سے بندوں پر سے اللہ کا عذاب ٹال جاتا ہے۔

موضوع کی ضرورت و اہمیت

حیا اسلامی تہذیب اور تمدن کے لیے روح کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی پر پاکیزہ معاشرے کی اساس و بنیاد ہے۔ اس کے برعکس مغربی تہذیب کی چکاچوند اور جلوہ سامانیوں نے مسلمانوں کی نظروں کو جس طرح خیرہ کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ عریانی کا سیل رواں دینی اقدار کو خس و خاشاک کی طرح بہائے جا رہا ہے۔ دنیا کی مادی چمک دمک نے مسلمانوں کو ایسا مبہوت کر دیا ہے کہ وہ صحیح اور غلط کی تمیز ہی بھلا بیٹھے ہیں۔ ان میں خالص اور کھوٹ کا معیار پہچاننے کا شعور ہی ختم ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشروں کا انتظام ایسا تلپٹ ہوا اور اسلامی اقدار کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ اب سمیٹے نہیں سمٹ رہا۔ چنانچہ اشد ضرورت ہے کہ اس سیلاب بلاخیز کی تباہ کاریوں کا بروقت اندازہ لگا کر ملت کو اس عظیم خطرے سے متنبہ کیا جائے اور اسے روکنے کے لیے مضبوط بند باندھنے کی سعی کی جائے، یہ مقالہ اسی کوشش کا آئینہ دار ہے۔

سببِ اختیار موضوع

حیا صالح فطرت کی وہ اندرونی کیفیت ہے، جو انسان کو عصمت و پارسائی شرافت و شائستگی اور معقولیت و تہذیب کا پابند بناتی ہے۔ ذہن و فکر کی پاکیزگی اور گفتار و کردار کی عمدگی اور ستھرائی کو شرم و حیا سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب انسان میں حیا کی صفت پختہ ہو جاتی ہے تو وہ جذبات و احساسات اور خیالات و افکار کے اظہار میں بے لگام نہیں ہوتا۔ یہ بھی ایک تاریخی سچائی ہے کہ جب ستر و حجاب چھوڑ کر فحاشی و عریانیت کو اختیار کرنے والی قومیں روبہ زوال ہوئیں اور خدا کے عبرت ناک عذاب کی مستحق ٹھہریں۔ قوم لوط کو اسی وجہ سے رہتی دنیا تک کے لیے باعثِ عبرت بنا دیا گیا۔ ہند و پاک کی تہذیبوں کے زوال کے اسباب میں نظر دوڑاتے ہیں تو عریانی نظر آتی ہے۔ پھر وہ بام عروج پر نہیں پہنچ سکیں۔ نصف صدی سے اس امت کے مشرقی اقدار و روایات کو مغربی تہذیب و ثقافت غیر محسوس طریقے پر کھوکھلا کر رہی ہے۔ پوری امت غیر محسوس طریقے سے مغرب کے دام فریب میں پھنستی جا رہی ہے۔ مغرب کی چمک دمک نے اسے اندھا و بے بصیرت کر دیا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ظاہری چکاچوند سے متاثر ہماری نوجوان نسل کو حیا کی تعلیمات اور دور صحابہ میں حیا کی اہمیت سے روشناس کرایا جائے۔ نیز شرعی اصولوں کی روشنی میں زیب و زینت کی جائز و ناجائز صورتوں کی تعیین کر کے ایک معتدل راہ نکالی جائے، جو افراط و تفریط سے پاک ہو، تاکہ ظاہری حسن جمال کے لیے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا جائز طریقے سے استعمال کر کے بے حیائی کے وبال سے بچ سکیں۔

حیا کی لغوی تعریف

لغوی اعتبار سے لفظ "حیا" عربی زبان میں زندگی، نمو اور لطافت کے مفہوم سے جڑا ہوا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حیا انسانی فطرت کی ایک زندہ اور متحرک صفت ہے۔ اصطلاحی طور پر حیا اس باطنی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو قبیح افعال کے ارتکاب

سے روکتی ہے اور نیکی کے راستے پر قائم رکھتی ہے۔ اسلامی فکر میں حیا کو محض سماجی شرم نہیں بلکہ ایک ایسا اخلاقی شعور سمجھا جاتا ہے جو انسان کے افکار، اقوال اور اعمال سب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ حیا دراصل انسان کے اندر موجود ضمیر کی بیداری کا مظہر ہے، جو اسے حدودِ الٰہی کے اندر رہنے کا پابند بناتا ہے۔ اس لحاظ سے حیا کا تعلق صرف ظاہری طرزِ عمل سے نہیں بلکہ نیت، احساس اور سوچ سے بھی ہے۔ تغیر وانکساری، یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو بندے پر چھاجاتی ہے اور اسے عیب والا کوئی کام کرنے سے منع کرتی ہے۔ یعنی جس کام میں ذلت، رسوائی، شرمندگی ہو ایسا کام کرنے سے جو کیفیت بندے کو روک دے اس کا نام حیا ہے۔[2]

حیا کی اصطلاحی تعریف

حیا کی اصطلاحی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ذیل میں چند ایک پیش کیے جاتے ہیں:

- قال الراغب :الحیاء:انقباض النفس عن القبائح وترکه لذلک[3]

امام راغب کہتے ہیں انسان کا قبائح اور برائیوں سے اجتناب کرنا اور دور رہنا یہ حیا ہے۔

- شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے جنید بغدادیؒ سے حیا کی تعریف نقل کی:

الحیاء حالة تتولد من رؤیة الآلاء و رؤیة التقصیر[4]

نعمتوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر پیدا ہونے والی کیفیت کو حیا کہتے ہیں۔

- علامہ بدر الدین عینیؒ حیا کی تعریف میں فرماتے ہیں:

ان الحیاءتغیر وانکسار عند خاف ما یعاب او یذم[5]

کسی کام کے ارتکاب کے وقت مذمت اور ملامت کے خوف سے انسان کی ہیئت کا متغیر ہونا حیا ہے۔

حیا کا حکم اور حصول

جیسے دیگر امور شرعیہ میں فرض وواجب ومستحب، مباح کا حکم آتا ہے اسی طرح حیا بھی فرض اور واجب ہوتی ہے، جیسے کسی ناجائز فعل سے حیا کرنا فرض ہے، کبھی مستحب جیسے کسی مکروہ تنزیہی سے بچنے میں حیا اور کبھی مباح جیسے کسی مباح کام کے کرنے سے حیا کرنا۔ محمد بن فضل فرماتے ہیں:

الحیاء یتولد من النظر الی احسان المحسن ثم من النظر الی جفائک الی المحسن فاذا کنت کذلک رزقت الحیاء ان شاءالله۔[6]

محسن کے احسان کی طرف نظر کرنے پھر محسن کے ساتھ جو تم نے جفا کی ہے اس کی طرف نظر کرنے سے حیا پیدا ہوتی ہیں جب تم اسی حالت پر رہو گے۔ تو ان شاء اللہ حیا کی نعمت عطاء کر دی جائے گی۔

عصر حاضر میں حیا کی معنویت

عصرِ حاضر میں سائنسی ترقی، عالمگیریت اور میڈیا کے پھیلاؤ نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کیا ہے۔ آزادیِ اظہار اور شخصی آزادی کے نام پر ایسے رویّوں کو فروغ دیا جا رہا ہے جو اسلامی تصورِ حیا سے متصادم ہیں۔ اس صورتحال میں حیا کی معنویت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ ڈیجیٹل میڈیا، سوشل نیٹ ورکس اور بصری ثقافت نے اخلاقی حدود کو کمزور کیا ہے، جس کے نتیجے میں بے حیائی کو معمول کا حصہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں حیا فرد کو نہ صرف دینی شناخت عطاء کرتی ہے بلکہ اسے فکری اور اخلاقی انتشار سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔

عصر حاضر کے چیلنجز اور حیا کا تحفظ

موجودہ دور میں سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ حیا کو قدامت پسندی یا ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ اس غلط فہمی نے نوجوان نسل کو خاص طور پر متاثر کیا ہے۔ اس تناظر میں ضروری ہے کہ حیا کو ایک مثبت، تعمیری اور انسانی قدر کے طور پر پیش کیا جائے۔ تعلیمی اداروں، خاندانی نظام اور مذہبی تربیت کے ذریعے حیا کے تصور کو عملی زندگی کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر حیا کو اخلاقی تربیت کا محور بنالیا جائے تو معاشرتی بگاڑ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

قرآن واحادیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں حیا کا تصور

بلاشبہ حیا وہ اخلاقی وصف ہے جو بندے کو معصیت سے روکتا ہے گناہوں کے ارتکاب میں حائل ہو کر انسان کو خدا کی نافرمانی سے بچاتا ہے۔ حیا ایک ایسا شرعی قانون ہے جو انسان کے تمام کاموں کو منظم کرتا ہے۔ اسی لیے تمام انبیاء ومرسلین نے حیا کا درس دیا ہے۔ فطرت سلیمہ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ حیادار بندے میں نیکی کے اوصاف موجود ہوتے ہیں جبکہ بے حیا آدمی سے نیکی کا وصف بھی سلب کر لیا جاتا ہے۔ حیا کے ذریعے سے ایمان باللہ کو تقویت ملتی ہے۔ تعلق مع اللہ میں مضبوطی آتی ہے۔ باطن سے حُب اللہ کے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں تو توکل علی اللہ کی خصوصیت ظاہر ہوتی ہے۔ تزکیۂ نفس میں حیا کا اثر واضح ہے۔ دُکھ، غصے اور خوشی کے اظہار کے طریقے انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں میں بھی پائے جاتے ہیں جبکہ شَرم وحیا کا وصف صرف انسان میں پایا جاتا ہے یہ جانور اور انسان کے درمیان وجہِ امتیاز ہے۔ اگر لب ولہجے، حرکات وسکنات اور عادات واطوار سے شرم وحیا رخصت ہو جائے تو باقی تمام اچھائیاں اپنی وَقعت کھو دیتے ہیں۔ جب تک انسان شرم وحیا کے حصار میں رہتا ہے ذلت ورسوائی سے بچا رہتا ہے اور اس حصار کو توڑنے کے بعد غیر اخلاقی افعال بھی دیدہ دلیری سے انجام دیتے ہوئے اسے شرم نہیں آتی۔ رسولِ خدا ﷺ نے اسی لیے ارشاد فرمایا:

اذالم تستحی فاصنع ما شئت۔[7]

جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔

قرآن کی روشنی میں تصورِ حیا

قرآن پاک سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ حیا مرد، عورت دونوں کا یکساں اخلاقی وصف ہے چنانچہ اس کو کسی ایک جنس کے ساتھ مخصوص کرنا قرآنی تعلیمات سے انحراف ہے۔ یہ وصف ہمیں حضرت آدم وحوا علیہا السلام کے قصے میں تعلیم کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ۔[8]

جب انہوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو اُن کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے چھپانے لگے۔

جب آدم وحوا علیہما السلام نے ابلیس کے دھوکے میں آکر شجرِ ممنوعہ کا پھل کھالیا تو ان کا جنت کا لباس اُتروالیا گیا۔ دونوں کو اپنی برہنگی کا احساس ہوا اور اس احساس کا سبب حیا فطری تھا جس کے سبب آدم وحوا علیہما السلام کو اپنے برہنہ جسم سے حیا آنے لگی اور انہوں نے جنت کے پتوں سے خود کو چھپانے کی کوشش کی۔ پس حیا ہی وہ عمدہ اخلاق ہے جو انسان کو ہر برائی سے باز رکھتا ہے، عقل اور فطرت مستقیمہ بے حیائی کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ یہ انسان کو عصمت وپارسائی، شرافت وشائستگی اور معقولیت وتہذیب کا پابند بناتی

ہے۔جب انسان میں حیا کی صفت پختہ ہو جاتی ہے تو وہ جذبات و احساسات اور خیالات و افکار کے اظہار میں بے لگام نہیں ہوتا، لیکن جب حیا کا جذبہ ختم ہو جائے تو اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے، نتیجتاً ایسی معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں جن کی روک تھام کے بظاہر کوئی اسباب نظر نہیں آتے، انہیں معاشرتی برائیوں میں سے تباہ کن برائی مردوزن کے ناجائز تعلقات ہیں، سورہ بنی اسرائیل میں اس سلسلے میں جو احکام نازل ہوئے ہیں ان میں خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا۔[9]

اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

اسلام معاشرے میں پاکیزگی کے پھیلاؤ کا خواہشمند ہے۔اسی لئے اسلام میں جزا وسزا کا تصور موجود ہے، ہر گناہ کے ارتکاب پر سزائیں مقرر کی ہیں ان میں سب سے سخت رجم ہے تاکہ اس برائی کی مذمت اور قباحت کا اعلان کیا جاسکے اور دنیا امن و امان کا گہوارہ بن جائے۔اسلام ایک صالح معاشرے کو بے حیائی اور اس کے محرکات سے پاک رکھنا چاہتا ہے۔اسی لئے فواحش کے ساتھ ساتھ اس کے محرکات پر بھی پابندی لگادی گئی۔چنانچہ حجاب کا حکم قرآن حکیم میں بھی نازل ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۔[10]

اے نبی (ﷺ) ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجئے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں۔

آیت میں پہلا حکم نظروں کی حفاظت کا دیا گیا کیونکہ آنکھیں جب بے لگام ہو جائیں تو اکثر فواحش کی بنیاد بن جاتی ہیں۔

بد نظری

محققین کے نزدیک بد نظری "ام الخبائث" کی مانند ہے۔آنکھوں سے ہی فتنے کے چشمے ابلتے ہیں اور ماحول و معاشرے میں عریانی و فحاشی کے پھیلنے کا سبب بنتے ہیں۔اسلام نے آنکھوں پر ہی پہرہ بٹھادیا۔یہ بھی اسلامی تعلیمات کا حسن و جمال ہے کہ مومنین کو غض بصر کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بد نظری سے شہوانی جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔چنانچہ مؤمن مردوں کو نظر کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ-ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۔[11]

ایمان والوں سے فرمادیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اس میں انکے لیے پاکیزگی ہے۔بے شک اللہ کو ان کے سب اعمال کی خبر ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت مومنین کے لیے ایک جامع ہدایت ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں تادیب، تنبیہ اور تہدید کا بیان ہے۔آیت کے ابتدائی حصے میں تادیب ہے۔مومنین کو ادب سکھایا گیا ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا ان کے لیے ناجائز ہے ان کی طرف نظر نہ کریں۔(ذلک ازکی لھم) میں تنبیہ ہے کہ غض بصر کا فائدہ یہ ہے کہ دلوں میں پاکیزگی آئے گی۔گناہ کا کھٹکا ہی پیدا نہیں ہوگا۔اس میں ان کا اپنا فائدہ ہے۔عبادت میں یکسوئی نصیب ہوگی۔نفسانی، شیطانی، شہوانی وساوس سے جان چھوٹ جائے گیااور اگر اس ہدایت پر عمل نہیں کریں گے تو بد نظری کی وجہ سے سکون قلب سے محروم ہو جائیں گے۔دل میں حسرتوں کی بھرمار ہوگی۔

فتنہ میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہو گا۔ آخری حصہ میں تہدید ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کے اعمال سے بالکل غافل نہیں وہ ان کے تمام افعال سے باخبر ہے۔ اللہ نافرمانوں کی گرفت کرنے پر قادر ہے۔ یاد رہے کہ اسلام نے نہ صرف ایمان والوں کو غض بصر کی تلقین کی بلکہ ایمان والیوں کو بھی تلقین کی کیونکہ عورت کی فطرت میں بھی شہوت موجود ہے۔[12]

مر دوزن کا آزادانہ اختلاط اور اس کے مفاسد

اسلامی معاشرہ چونکہ صالح اور پاکیزہ ہے، اس لیے مر دوزن کے آزادانہ میل جول کو پسند نہیں کرتا۔ مر دوں کو نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا تو عورتوں کو پردے کے احکام اور تعلیمات دی گئیں تاکہ پاکیزگی بر قرار رہے اور بے حیائی کے مفاسد سے معاشرہ محفوظ رہ سکے اور فتنے کا اندیشہ نہ رہے، اسی طرح مرد کا عورت کو یا عورت کا مرد کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا یا شہوانیت سے دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ بد نگاہی شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے اور یہی زنا کا ابتدائی قدم ہے۔ اس کے بعد گفتگو میں بے تکلفی ہاتھوں اور پاؤں کا اُٹھنا بالآخر گناہ کے ارتکاب کی وجہ بن جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں فتنے نئی صورتوں میں سامنے آرہے ہیں جیسے کہ جنسی خیالات بھڑکانے والے غلط خیالات پر مبنی گانے، ڈرامے فلمیں وغیرہ۔ یہ دراصل شیطانی راہ کے بہت بڑے حمایتی ہیں۔ ان کو فروغ دینے کے لیے ٹیلی ویژن اور ریڈیو کا کردار تو گھناؤنا تھا ہی، عصر حاضر میں فیس بک، اسنیپ چیٹ اور ٹک ٹاک جیسی ایپلیکیشنز فحاشی پھیلانے کا بڑا اور قوی ذریعہ ہے، اسلام نے برائی کی طرف لے جانے والے تمام راستے مسدود کر دیئے ہیں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا": کون ہے جو مجھے (دو چیزوں) زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں گا۔[13] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ حضور ﷺ کی خدمت میں موجود تھیں، اسی وقت ابن ام مکتوم پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:" ان سے پردہ کرو" میں نے کہا: کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ یہ تو ہمیں دیکھ بھی نہیں سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہی ہو؟[14]

انبیاء علیہم السلام کا طرز عمل

حیا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ایک ہے، ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اس معاشرے کا سب سے باحیا شخص بطور نبی مبعوث کیا ہے۔ سورۂ قصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین پہنچے تو انہوں نے دو لڑکیوں کو ایک طرف اپنی بکریوں کے ساتھ کھڑے دیکھا، ان کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ جانوروں کو پانی پلانے کے لیے کھڑی ہیں اور ان کے والد بہت بزرگ ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگے بڑھ کر ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا انہوں نے گھر جا کر سارا ماجرہ والد کو بتایا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو آنے کا پیغام بھیجا تو ان میں سے ایک لڑکی حیا سے چلتی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور اپنے والد کا پیغام دیا تو جب یہ لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تو وہ کس طرح آئی، اس کا انداز کیا تھا، قرآن نے اس کے چلنے کا انداز جو شرم وحیا سے لبریز تھا اس طرح بیان کیا ہے:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ-قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَاؕ-فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَۙ - قَالَ لَا تَخَفْ۫- نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔[15]

پھر ان دونوں میں سے ایک حیا سے چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میرا باپ آپ کو بلاتا ہے تاکہ وہ بدلہ دے جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔، جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا

سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے اب نہ ڈر تو نے ظالم قوم سے نجات پائی۔

''تمشی علی استحیا'، چنانچہ آیت میں ایسا نہیں کہا کہ وہ حیا سے چل رہی تھی بلکہ کہا گیا وہ استحیا پر چل رہی تھی گویا حیا اس کی مرکوب یعنی سواری تھی۔ اس کے برعکس بے حیائی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

انَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔[16]

بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

احادیث کی روشنی میں حیا کا تصور

قرآن مجید کی مانند احادیث مبارکہ میں بھی حیا کی ضرورت واہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ متعدد احادیث اس پر شاہد ہیں۔ مثال کے طور پر ایک روایت ہے کہ:

عن ابی سوار العودی قال سمعت عمران بن حسین قال قال النبی ﷺ الحیاءلایاتی الا بخیر[17]

حیا قابل تعریف ایمانی وصف ہے، یہ اپنے ساتھ خیر ہی خیر لے کر آتی ہے اور اس کی وجہ سے کسی حیادار شخص کو نقصان نہیں پہنچتا۔

رسول اللہ ﷺ کی برکت سے یہ وصف صحابہ میں مکمل طور پر موجود تھا۔ متعدد روایات میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر سالم بن عبداللہ کی روایت ہے کہ:

قال مرالنبی ﷺعَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَيعاتب أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ یقول انک تستحی حتی کانه یقول قد اضر بک، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " دَعْه فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَان۔[18]

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ اپنے ایک بھائی سے کہہ رہے تھے کہ تم اتنی شرم کیوں کرتے ہو۔ آپ ﷺ نے اس انصاری سے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر رہنے دو کیونکہ حیاء بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔

اسی طرح انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے۔[19] علاوہ ازیں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ ﷺ اول مایرفع من هذه الامة الحیاءوالامانة۔[20]

اس امت سے سب سے پہلے حیا اور امانت کو اٹھایا جائے گا۔[21]

مندرجہ بالا احایث حیا کی اہمیت کو بخوبی اجاگر کرتی ہیں۔ حیا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان برائی کے ساتھ منسوب ہونے سے ڈرے۔ حرام امور میں حیا کرنا واجب ہے اور مکروہات میں بھی حیا کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

آثار صحابہ کی روشنی میں حیا کا تصور

سلف صالحین کا قول ہے:

خف الله على قدرته عليك واستحي منه على قدرته قربه منك[22]

اللہ کا خوف پیدا کرو یہ سوچ کر کہ وہ تم پر کس قدر غلبہ رکھتا ہے اور اس سے شرم رکھو یہ اندازہ کرتے ہوئے کہ

وہ تم سے کس قدر قریب ہے اور جس طرح چاہے پکڑ کرنے پر قادر ہے اور اس سے شرم وحیا بھی اس خیال سے ہونی چاہئے کہ وہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یامعشرالمسلمین استحیوا من الله فوالذی نفسی بیده انی لاظل حین اذهب الغائظ فی القضاء متقنعا بثوبی استحیاء من ربی عزوجل۔[23]

اے مسلمانوں کی جماعت اللہ سے حیا کرو جب میں قضائے حاجت کے لیے کسی گڑھے میں اترتا ہوں یعنی خالی جگہ پر کیونکہ لوگ پردے کے لیے نشیبی جگہ دیکھا کرتے تھے تاکہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں تو جب میں بیٹھنے لگتا ہوں تو میں اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتا ہوں اس لیے کہ مجھے اللہ سے حیا آتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس کے اندر حیا کم ہے اس کے اندر ورع اور تقویٰ کم ہے اور جس کے اندر ورع اور تقویٰ کم ہے اس کا دل مردہ ہے۔[24] حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص انسان سے حیا نہیں کرتا وہ خدا سے بھی حیا نہیں کرتا۔[25] ایاس بن قرہ فرماتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس تھا ان کے سامنے حیا کا تذکرہ ہوا لوگوں نے کہا: حیا دین میں سے ہے عمر بن عبدالعزیزؒ نے فورا فرمایا: نہیں بلکہ حیا ہی کامل دین ہے، جو بے حیا ہو اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔[26]

عہد حاضر میں بے حیائی کے بنیادی اسباب و نتائج

شرم وحیا انسان میں نیکی کا فطری وصف ہے، جو برائیوں اور بے حیائی سے روکتا ہے۔ اس کی بدولت انسان گناہوں اور قبیح افعال کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔ حیا سے مراد وہ بے جا شرم نہیں ہے جو راست گوئی سے روکے اور انسان کا نیک عمل مفقود ہو جائے، اسے بزدلی یا کم ہمتی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حیا اسلامی تہذیب اور تمدن کے لئے روح کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی پر پاکیزہ معاشرے کی اساس و بنیاد ہے۔ عہد حاضر میں بے راہ روی کے بے شمار اسباب نظر آتے ہیں لیکن ان سب کی بنیاد پر نظر ڈالی جائے تو چند قابل ذکر اسباب ہیں۔ ذیل میں ان کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

اوّل: مذہب و دین سے دوری

عصر حاضر کے مفکرین نے موجودہ نسل کو یہ بات خوب ذہن نشین کرائی کہ اگر وہ مذہبی اخلاق، روایات اور سماجی بندھن سے اپنا دامن چھڑا لیں اور جنسی و صنفی میدان کی تمام رکاوٹوں کو اپنے راستے سے ہٹا دیں تو وہ برابر ارتقا حاصل کرتی رہے گی۔ جس نے نفسیات پر گفتگو کی اس نے کہا کہ مذہب اخفا اور بدترین جرم کی پیداوار ہے، یہ نفسیاتی امنگوں کو مضمحل کر دیتا ہے اور اس کی ترقی کے راستے مسدود کر دیتا ہے، لہٰذا اس اضمحلال کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ وہ فرد کے نفسیاتی وجود کی راہ میں مزاحم نہ ہو۔ جس نے اقتصادیات پر قلم اٹھایا اس نے لکھا کہ صنعتی معاشیات ایک آزاد معاشرے کی موروثی بندشوں سے آزاد ہو، انہی بندشوں میں سے ایک بندش مال کے فرائض کی انجام دہی ہے صنعتی معاشرے کا تقاضہ یہ ہے کہ عورت میدان عمل میں کود پڑے۔ جس نے اجتماعیات پر کلام کرنے کی کوشش کی تو مذہب کو غیر فطری اور بدویانہ زندگی کی پیداوار ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا، صاف صاف کہا کہ مذہب کی بنیاد جہالت، بے وقوفی، پسماندگی و خرافات اور دیومالائی کہانیوں پر ہے اور اب موجودہ صدی کی تہذیبی ترقیات کے سامنے اس مذہب کی کوئی ضرورت نہیں۔ جس نے سائنسی علوم پر گفتگو کی انہوں نے بھی مذہب کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اسی طرح جس نے

آرٹ اور فن کی چھان بین کی اور اسے مرتب و مدون کیا اس نے شرم وحیا، اخلاق و کردار عفت و عصمت اور پردہ اور ستر پوشی کا ضرور مذاق اڑایا اور بے قید اباحت اور رنگا رنگ جمال سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی تعلیم دی اور زن و شو کو برہنہ کر کے جنسی دلچسپیوں کی تکمیل کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔

عصر حاضر کے مغربی مفکرین نے آزادانہ جنسی اختلاط کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ آزادانہ میل جول خیالات کو مہذب بناتا ہے، دبی ہوئی طاقتوں کو بروئے کار لاتا ہے اور دونوں فریقوں کو آداب معاشرت سکھاتا ہے، برہنہ اور نیم عریاں لباس پہنے ہوئے عورتوں کو مسلسل دیکھتے رہنے سے آدمی کی جنسی بھوک مٹ جاتی ہے، اس کی خواہشات سرد پڑ جاتی ہیں اور اسی طرح کامل تجربے کے بعد جو شریک زندگی کا انتخاب کیا جاتا ہے تو محبت اور اخوت کا ضامن اور تعلقات کی استواری کا کفیل ہوتا ہے جبکہ یہ نظریہ بالکل غلط ہے، طویل تجربے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آزادانہ اختلاط کی بدولت خاوند یا بیوی کی زندگی میں کسی زیادہ طاقتور، حسین و جمیل اور جاذب شخصیت کا ابھر آنا عین ممکن ہوتا ہے اور پھر کسی ایک کے پھسل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اگر فرائض زوجیت کو بچانے کی خاطر وہ اس جذبے کا مقابلہ کرے تو اضطراب و بے چینی کا شکار ہو کر اخفا میں مبتلا ہو جاتا ہے، دونوں ہی صورتوں میں اطمینان قلب غارت، خاندانی سکون ختم اور خانگی امن برباد ہو جاتا ہے پھر انسانیت کا بدکاری اور بے حیائی میں ملوث ہو جانا اور اخلاق و کردار سے گریز کرنا اور حیوانی صفات سے اپنے آپ کو مزین کرنا ستم بالائے ستم ہے۔ اس تباہی کے ذمہ دار وہ یہودی مفکرین ہیں جنہوں نے اپنے گمراہ کن افکار و نظریات کے ثبوت میں علمی دلائل کا سہارا لیا اور انہیں مزین کر کے عوام کے سامنے پیش کیا۔[27]

دوم: یہودی تہذیب کے معاشرتی اثرات

قرآن نے یہودی ذہنیت کی نقاب کشائی صدیوں پہلے کر دی تھی کہ وہ نہ صرف خود بھٹکے ہوئے ہیں بلکہ اپنے جرم میں اس قدر دلیر ہیں کہ خدا کے بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ انسانوں کو بہکانے اور سیدھے راستے سے ہٹانے میں یہی لوگ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اس زمانے میں مستشرقین، مشنریز اور معاشی ماہرین اس کام میں جتے ہوئے ہیں اور وہ مسلمانوں کو ہر شعبے میں گمراہ کر کے اسلام سے ہٹا رہے ہیں اور یہی ان کا مقصد ہے کیونکہ گمراہی بد دینی اور بے راہ روی ہی ان کا دین و مذہب ہے اور اسی کی وہ عمومی دعوت چلا رہے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۔[28]

اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے۔

یعنی مسلمان ان یہودیوں اور نصرانیوں کی جس قدر اطاعت کرتے چلے جائیں گے اسی قدر کفر کے قریب ہوتے چلے جائیں گے، چنانچہ مسلمانوں کے بعض فرقوں میں یہودیت زیادہ پائی جاتی ہے اور بعض میں کم، حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے بہت پہلے ان کے شر اور فساد سے آگاہ فرما دیا تھا مگر اس دور کے اکثر مسلمان اس سے غافل ہیں اور وہ اسلام سے ہٹ کر یہودیت کی طرف قدم بقدم بڑھتے چلے جا رہے ہیں، حالانکہ اسلام اور یہودیت آپس میں ذرہ برابر بھی میل نہیں کھاتے کیونکہ اسلام توحید کا علمبردار ہے، جبکہ یہودیت شرک کی داعی ہے اسلام میں اللہ اور رسول کی اطاعت ہے جبکہ یہودیت آزادی اور نافرمانی کی علمبردار ہے، اسلام میں قربانی اور بہادری کی دعوت ہے جبکہ یہودیت بزدلی اور خود غرضی کا دوسرا نام ہے، اسلام حیا اور پاک دامنی کی دعوت دیتا ہے، یہودیت جنسی بے راہ روی اور فحاشی کی علمبردار ہے۔[29]

سوم: الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا کا کردار

اخلاقی زوال کے طوفان میں ڈیجیٹل میڈیا کا بہت بڑا کردار نظر آتا ہے، موجودہ دور میں اس کو ابلاغ کے ذرائع کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، ویسے تو ذرائع ابلاغ کی بہت سی اقسام ہیں اور روز بروز ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ابلاغ میں وہ تمام ذرائع شامل ہیں جن کے ذریعے ہماری آواز دوسروں تک پہنچتی ہے۔ ذرائع ابلاغ کو انگریزی میں میڈیا کہتے ہیں۔ جیسے اخبارات، رسائل، مکتوبات وغیرہ، اسی طرح سوشل میڈیا جس میں فیس بک، یوٹیوب، واٹس ایپ، انسٹاگرام وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے ذریعے بھی لوگوں تک بہت تیزی سے معلومات پہنچائی جاتی ہیں جو مثبت اور منفی دونوں طرح کی ہو سکتی ہیں۔ ابلاغ کی مؤثر ترین صورت ہے یعنی ایسا ابلاغ جو برقی تاروں کے ذریعے پیغام یہاں سے وہاں پہنچائے۔ اس کی ابتداء 1857ء سے ہوئی اور ٹیلی ویژن کی صورت میں 1027ء میں سامنے آئی۔ ٹیلی ویژن دسویں صدی کی سب سے اہم ایجاد اور مؤثر ایجاد ہے۔ ٹیلی ویژن نے جہاں لوگوں کے عمومی معلومات میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے وہاں ان لوگوں کی زندگیوں میں مغربی تہذیب و تمدن کو بھی بہت زیادہ فروغ دیا ہے۔ ٹی وی کی تباہ کاریاں کسی ذی ہوش انسان پر مخفی نہیں۔ ٹی وی کے مفاسد کی فہرست بہت طویل ہے جیسے تصویر بنی، آلہ معصیت کا استعمال، اس کی خریداری پر مال ضائع کرنا، تصویر سازی، ملائکہ رحمت سے دوری، کفار سے مشابہت، مردوں کا غیر محرم عورتوں کو دیکھنا، عورتوں کا غیر محرم مردوں کو دیکھنا، پہلوان، تیراک اور کھلاڑی عموماً نیم برہنہ ہوتے ہیں انہیں دیکھنے کا گناہ، مزاح کے نام پر اسلامی شعار کا مذاق بنانا۔ تقریباً یہ تمام گناہ اپنی جگہ کبیرہ اور سخت وعیدوں کے مصداق ہیں۔

نوجوانی ایک ارتقائی مرحلہ ہے جس میں فرد کے شخصی، اخلاقی، فکری اور سماجی رویے تشکیل پاتے ہیں، جدید دور میں نوجوانوں میں حیا کی کمی سوشل میڈیا، مغربی ثقافت، اور تربیتی خلاء کے سبب بڑھ رہی ہے۔ یہ کمی فردی، سماجی اور نفسیاتی سطح پر متعدد اثرات مرتب کرتی ہے۔ جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ سوشل میڈیا نوجوانوں کے اخلاقی رویے اور حیا کے روایتی معیار پر سب سے بڑا اثر ڈال رہا۔ نوجوان اپنے جسمانی اظہار اور ذاتی زندگی کو آن لائن نمایاں طور پر پیش کرتے ہے۔ لائکس، شیئرز اور فالوورز کی دوڑ نوجوانوں کو شہرت اور قبولیت کی خواہش میں گرفتار کر دیتی ہے، جس کے نتیجے میں اخلاقی حدود پامال ہوتی ہیں۔ مشاہدہ ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال بے حیائی کے رجحانات، نوجوانوں میں اخلاق کی کمی، خود کنٹرول اور سماجی حدود کی کمزوری کا سبب بن رہا ہے۔ یہاں واضح ہے کہ سوشل میڈیا ایک دوہرا کردار ادا کرتا ہے: ایک طرف یہ فکری ترقی اور معلومات تک رسائی فراہم کرتا ہے، دوسری طرف یہ اخلاقی اور سماجی نظم وضبط کو کمزور کرتا ہے، جو نوجوانوں میں حیا کی کمی کا بنیادی محرک ہے۔ اور حیا کو صرف نصیحت یا مذہبی وعظ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے نوجوان حیا کے عملی اور فکری پہلوؤں سے دور رہتے ہیں۔

حاصل بحث

مذکورہ مقالہ کا حاصل یہ ہے کہ حیا کا تصور کوئی نیا تصور نہیں یہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شریعت میں موجود تھا۔ حیا اخلاق حمیدہ میں سے ایک عمدہ وصف ہے اسلام نے حیا کو ایمان کا جز قرار دیا۔ حیا وہ اخلاقی وصف ہے جو بندے کو معصیت سے روکتا ہے گناہوں کے ارتکاب میں حائل ہو کر انسان کو خدا کی نافرمانی سے بچاتا ہے۔ حیا ایک ایسا شرعی قانون ہے جو انسان کے تمام کاموں کو منظم کرتا ہے۔ اسی لیے تمام انبیاء و مرسلین نے حیا کا درس دیا ہے۔ فطرت سلیمہ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ حیا صالح فطرت کی وہ اندرونی کیفیت ہے، جو انسان کو عصمت و پارسائی شرافت و شائستگی اور معقولیت و تہذیب کا پابند بناتی ہے۔ ذہن و فکر کی پاکیزگی اور گفتار و کردار کی عمدگی اور ستھرائی کو شرم و حیا سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب انسان میں حیا کی صفت پختہ ہو جاتی ہے تو وہ جذبات و

احساسات اور خیالات وافکار کے اظہار میں بے لگام نہیں ہوتا۔ قرآن وسنت کی متعدد نصوص اس اہم وصف کے حصول اور اپنی ذات کو اس سے متصف کرنے کے بارے میں وارد ہیں جن پر عمل سے عصرِ حاضر میں جاری بے حیائی کے سیلاب سے نہ صرف اپنے آپ کو بچایا جاسکتا ہے بلکہ ایک پاکیزہ اور صالح معاشرہ کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

References

[1] Ibn Mājah, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Yazīd al-Qazwīnī, *Sunan Ibn Mājah* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-ʿArabiyyah), 2, Ḥadīth no. 4182.
[2] Maḥbūb Aḥmad, *Inʿām al-Maʿbūd* (Karachi: Maktabah al-Muqīt, 1427 AH), 300.
[3] Salīm Allāh Khān, *Kashf al-Bārī* (Karachi: Jāmiʿah Fārūqiyyah, 2022), 1:671.
[4] Ibid.
[5] Saʿīdī, ʿAllāmah Ghulām Rasūl, *Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim* (Lahore: Farīd Book Stall, 1424 AH), 1:418.
[6] Maḥbūb Aḥmad, *Inʿām al-Maʿbūd*, 302.
[7] al-Ṭayālisī, *Muṣannaf Imām Abū Dāwūd* (Karachi: Maktabah Ludhiyānvī, 1438 AH), 2:318.
[8] al-Qurʾān, 20:121.
[9] al-Qurʾān, 17:32.
[10] al-Qurʾān, 24:31.
[11] al-Qurʾān, 24:30.
[12] Chughtāʾī, Ḥakīm Muḥammad Ṭāriq Maḥmūd, *Sunnat Nabawī aur Jadīd Science* (Sahāranpur: Maktabah Imdādiyyah, 1997), 1:629.
[13] al-Khaṭīb al-Tabrīzī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, *Mishkāt al-Maṣābīḥ* (Karachi: Maktabah al-Bushrā, 2017), 2:246.
[14] al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā ibn Sawrah, *Jāmiʿ al-Tirmidhī* (Karachi: Maktabah Inʿāmiyyah, 2015), 2:659.
[15] al-Qurʾān, 28:25.
[16] al-Qurʾān, 24:19.
[17] al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl ibn Ibrāhīm, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ li-l-Bukhārī* (Karachi: Maktabah al-Bushrā, 2025), 2:1740.
[18] Ibid.
[19] Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah* (Karachi: Maktabah Inʿāmiyyah, 2021), 605.
[20] al-Quḍāʿī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Salāmah ibn Jaʿfar, *Musnad al-Shihāb* (Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 2016), 180.
[21] Ibid.
[22] Ṣalāḥ Aḥmad al-Shāmī, *Malfūẓāt Ṣaḥābah Kirām*, translated by Muftī Samīʿ al-Raḥmān (Karachi: Maktabah ʿUmar Fārūq, 2019), 35.
[23] Ibid.
[24] Ibid.
[25] Ibid.
[26] Ibid.
[27] Muḥammad Masʿūd Azhar, *Yahūd kī Chālīs Bīmāriyān* (Karachi: Maktabah Jaysh Muḥammad wa Idārat al-Khair), 25.
[28] al-Qurʾān, 3:100.
[29] Muḥammad Masʿūd Azhar, *Yahūd kī Chālīs Bīmāriyān*, 29.